ڈاکٹر آزاد ایوب بٹ

گوسو، ضلع پلوامہ، کشمیر

کشمیر کی پنڈت برادری کی غیر افسانوی نثری خدمات

Abstract.

Urdu became the official language in 1889 in Kashmeer Territiory. The strong efforts were made by the Kasmeeri Pandits who wrote the non fiction prose books in this language. This trend in Pandits to write in Urdu language forced Dogra Rulers to adopt this language as an official. This article shows the tradition and trend to adopt ths language as the medium of communication among Kashmeeri people in the form of non fiction pose.

کلیدی الفاظ۔ پنڈت ہر گوپال کول خستہ، ڈپٹی نذیر احمد، پنڈت نند لعل کول طالب، پریم ناتھ بزاز، پریم ناتھ پردیسی، پنڈت ویر یشیشور سنگھ

کشمیر ایک باشعور اور باہمت طبقے کا خطہ ہے جہاں تہذیبی، ثقافتی، علمی اور ادبی ہر سطح پر کارہائے نمایاں انجام دیئے گئے۔ اس کے ثبوت میں وہ علمی وادبی تصنیفات ہیں جو سنسکرت، عربی، فارسی، اُردو اور کشمیری میں تخلیق کی گئیں ہیں۔ یہاں کے شعر وادب پر یہاں کے حالات وواقعات کے گہرے اثرات مرتسم ہوئے۔ کشمیر میں غیر افسانوی نثر کا آغاز پنڈت ادیبوں اور ڈوگرہ حکمرانوں کے دور حکومت ہی سے ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ کشمیر میں 1889ء میں اُردو کو سرکاری زبان کا درجہ بھی ڈوگرہ حکمرانوں اور پنڈت ادیبوں کے بدولت ہی عطا ہوا۔ ریاست میں غیر افسانوی نثر کے فروغ اور ترویج میں پنڈت قلم کاروں نے بھرپور حصّہ لیا۔ اس سلسلے میں لالہ بوٹا مل کا مرتب کردہ ایک رپورٹ ہے جو ریاست میں غیر ادبی اُردو نثر کے استعمال کے ابتدائی نمونوں میں سے ایک ہے۔ رنبیر سنگھ کے دور حکومت میں غیر ادبی نثر کی پہلی کتاب مہتا شیر سنگھ نے بخارا کے سفر کے بارے میں لکھی جو سفر نامہ اولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ انہوں نے 1864،65ء میں یہ سفر نامہ تالیف کیا۔ عبد القادر سروری اس کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:۔

" اسی نوعیت کی ایک اور اہم دستاویز مہتہ شیر سنگھ کا سفر نامہ ہے جو 1866،67ء میں مرتب ہوا تھا۔ مہتہ شیر سنگھ رام پور (کشمیر) کے رہنے والے تھے اور رنبیر سنگھ کی سرکار میں ملازم تھے۔ رنبیر سنگھ کو ریاست کی تجارت کو فروغ دینے کا بہت خیال تھا اس لئے انہوں نے مہتہ شیر سنگھ کو ریاست کے پڑوسی ملکوں اور مقامات کا سفر اختیار کرنے اور مقامات اور راستوں کی کیفیت مرتب کرنے پر مامور کیا تھا۔ اسی کی اتباع میں مہتہ شیر سنگھ نے 1867ء

میں کابل، بلخ، بخارا وغیرہ کا سفر کیا اور منزلوں کی تفصیل اور ایک منزل سے دوسری منزل کے فاصلے، راستے کی کیفیت مقامات اور شہروں کے حالات پر مشتمل یہ رپورٹ تیار کی تھی، جو سفر نامہ کے نام سے موسوم ہے"۔[1]

اسی طرح مہاراجہ رنبیر سنگھ نے بعض اہم اقدامات اُٹھائے جن میں بدیابلاس پریس اور بدیابلاس اخبار کا اجراء خاص طور پر اہم ہیں۔ اس کے علاوہ کشمیر میں غیر افسانوی نثر نگاری میں جن پنڈت ادیبوں اور قلم کاروں نے اہم رول ادا کیا، اُن میں پنڈت ہر گوپال کول خستہؔ، سالگ رام سالکؔ، پنڈت ویر یشیشور سنگھ، پنڈت نند لعل کول طالب، پریم ناتھ پردیسی، پنڈت کشپ بندھو، پریم ناتھ بزاز، تیرتھ کاشمیری، گنگادھر بٹ دیہاتی وغیرہ جیسے نام قابل ذکر ہیں۔

پنڈٹ ہر گوپال کول خستہ:

پنڈت ہر گوپال کول خستہ اعلیٰ پایہ کے ادیب ہے۔ جو اصل میں کشمیری تھے لیکن وہ اکثر کشمیر سے باہر لاہور اور پٹیالہ میں رہے۔ خستہ بہت اچھے شاعر اور نثر نگار گزرے۔ 1876ء میں جب وہ کشمیر آئے تو آتے ہی اپنی بہترین صلاحیتوں کی وجہ سے اس کا وابستہ مہاراجہ رنبیر سنگھ کے دربار کے ساتھ پڑا۔ خستہؔ نے کئی نثری تصانیف لکھیں لیکن "گلدستہ کشمیر" ان کا شہکار نثری کارنامہ ہے جو کشمیر میں اردو نثر کی پہلی تاریخ تصور کی جاتی ہے۔ یہ کتاب لاہور سے 1833ء میں شائع کی گئی اور اس کتاب میں قدیم عہد سے لے کر مہاراجہ پرتاب سنگھ کے عہد تک کے واقعات مرتب کئے گئے ہیں۔

خستہؔ کا غیر ادبی نثری کارنامہ "گلزار فوائد" ہے۔ یہ ایک رسالہ ہے جو ادبی اعتبار سے کافی اہمیت کا حامل ہے۔ بنیادی طور پر یہ ایک قصہ ہے جو ڈپٹی نذیر احمد کے ناول "مراۃالعروس" کی تقلید میں لکھا گیا۔ اس کتاب کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے اور کہیں کہیں پر عبارت مقفیٰ و مسجع ہے۔ خستہؔ کی دوسری نثری تصانیف میں چہار گلزار، شگفتہ بہار، حزنِ اختر، معروف بہ گل بہار اور سوانح عمری خستہ قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ خستہؔ کے نثری کارناموں میں انشایئے بھی شامل ہیں۔

سالگ رام سالک:

ہر گوپال کولؔ کے چھوٹے بھائی سالک رام سالکؔ بھی اہم نثر نگاروں میں تصور کئے جاتے ہیں۔ خستہؔ کی طرح سالکؔ کا ادبی ذوق بھی کافی حد تک بلند تھا۔ سالکؔ نے ابتدا میں اودھ اخبار لکھنو اور مراسلۂ لکھنو میں کافی مضامین اجرا کیں۔ جب وہ اپنے خاندان کے ساتھ کشمیر آئے تو اس کو اپنے بھائی خستہؔ کی سفارش سے ملازمت ملی۔ لیکن انہیں اپنے بھائی کے ساتھ قلعہ بہو میں بند ہونا پڑا کیونکہ وہ کشمیر دربار کی سازشوں میں پھنس گئے تھے۔ آخر کار وہ وہاں سے بھاگ گئے۔

سالکؔ صحافت کے ساتھ بے حد دلچسپی رکھتے تھے 1880ء میں انہوں نے اخبار جاری کرنے کی کوشش کی اور یہ کشمیر میں اخبار اجرا کرنے کی پہلی کوشش تھی۔ لیکن انہیں حکومت کی طرف سے کوئی اجازت نہیں ملی۔ لیکن بعد میں وہ لاہور چلے گئے اور وہاں اپنے بھائی خستہؔ کے ساتھ ایک ہفتہ روزہ اخبار "خیر خواہ کشمیر" نکالا جو 1884ء میں شائع ہوا۔ اس اخبار کو نکالنے کے ساتھ ہی وہ دوسرے اخباروں کے لئے بھی مضامین لکھ رہے تھے۔ اسی

دور میں جب عیسائی اور مبلغوں کا آنا شروع ہو گیا تو عیسائیوں اور مغربی خیال کو روکنے کے لئے مختلف مذاہب کے دانشوروں نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں سالکؔ نے بھی کئی کتابچے اردو نثر میں لکھے ان میں خاص طور پر "مورتی منڈن"، "دھرم اُپدیش" اور شاستر ارتھ قابل ذکر ہیں۔ ان کوششوں نے غیر ادبی اُردو نثر کے فروغ اور ارتقاء میں قابلِ قدر کردار ادا کیا۔

سالکؔ نے نثری ادب میں بہت سے اہم تصانیف لکھیں جن میں خاص طور پر گنجینہ فطرت یا مناظر فطرت قابل ذکر ہیں۔ یہ ان کی نہایت سلیس اور آسان اسلوب کے طریقہ پر لکھی گئی انشائیوں کا مجموعہ ہیں اور اس مجموعہ میں کشمیر کے مناظر قدرت کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ اسی طرح سالکؔ کا ایک سفر نامہ "تحفہ سالک" کے نام سے مشہور ہے جس میں انہوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ اور جغرافیہ سے مدد لے کر وہاں کی ترقی کا حال بیان کیا ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت ساری کتابوں کو تحریر کیا، جن میں کچھ کتابیں شائع ہوئیں اور کچھ شائع ہونے سے قاصر رہیں۔ سالکؔ کے ادبی کارناموں میں ایک بہترین نثری کارنامہ "سوانح عمری مہاراجہ گلاب سنگھ" ہے۔ سالکؔ نے اس سوانح عمری میں مہاراجہ گلاب سنگھ کی حالات زندگی اور اس کے خاندان کے متعلق عکاسی کی ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ان کے اسلاف کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ مہاراجہ گلاب سنگھ کی اولادوں کا اجمالی جائزہ بھی اس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ دربار لاہور کی معلومات کا اظہار بھی اس میں ملتا ہے۔ اصل میں یہ کتاب سالکؔ نے 1910ء میں انگریزی میں لکھی تھی۔ بعد میں اس کتاب کو اُردو میں ترجمہ کر کے 1971ء میں سالگ رام پریس کشمیر میں شائع کی گئی تھی۔ یہ سالکؔ کا بہت ہی کار آمد نثری کارنامہ مانا جاتا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں سالکؔ خود اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

> "میں نے اس کتاب کو دراصل انگریزی میں لکھ کر 1910ء میں جناب دیوان بدری ناتھ صاحب بہادر دام اقبالہ وملکہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ تاکہ وہ مناسب موقعہ پر سرکار والا مدار کی نذر کریں۔ اس کی جب جو کچھ قدر دانی ہو گی۔ اطلاع دی جائیگی۔ لیکن اکثر یار دوستوں اور کتاب مذکور کے شائقین کو زیادہ انتظار کی طاقت نہیں۔ اس لئے ان کے اصرار پر یہ اردو ترجمہ شائع کیا جاتا ہے"۔ ۲

پنڈت نند لعل کول طالب:

پنڈت نند لعل کول طالبؔ کشمیر کے ذی عزت ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ ادبی حلقوں میں کافی مشہور اور بلند پایہ حیثیت رکھتے تھے۔ نند لال کول طالبؔ 1899ء میں کشمیر کے ایک پڑھے لکھے اور ذی شعور خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ جہاں تک طالبؔ کے ادبی ذوق وشوق کا تعلق تھا وہ نہ صرف شاعری تک محدود رہا بلکہ تنقید و تحقیق میں بھی اپنے بہترین ہنر کا ثبوت دیا۔ ان کی تنقیدی بصیرت کا ثبوت ان کے مجموعہ "بہار گلشن کشمیر" کے دیباچے سے ملتا ہے۔ اس میں طالبؔ شاعری کے بارے میں اپنی تنقیدی خیالات کا تصور اس طرح کرتے ہیں:۔

> "شاعرانہ لطافت کا حظ اُٹھانے کے لئے شعر و سخن کا مذاق صحیح ہونا لازمی ہے۔ بلا اس قید کی شاعری بے تال اور سُر کے گانے سے زیادہ دلکش نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ محض روز مرہ اور محاورہ صفائی اور زبان کے مصنوعی تکلفات کا نام شاعری نہیں ہے۔ شعر میں پاکیزگی، لطافت کے علاوہ تاثیر بھی ہونی چاہیے"۔ ۳

طالبؔ کے تنقیدی کارناموں میں ایک اور کارنامہ "جائزہ کلام غالب" ہے۔"جائزہ کلام غالبؔ" طالبؔ کے مضامین کا ایک طویل سلسلہ ہے جو انہوں نے انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے رسالہ "نوائے ادب" میں شائع کیا تھا۔ اس رسالہ میں یہ مضامین کافی مدت تک شائع ہوتے رہے۔ اس کتاب میں طالبؔ نے غالبؔ کے تمام ادبی صلاحیتوں کو اُجاگر کر کے قارئین تک پہنچانے کی کوشش کی ہے اور اس کے علاوہ غالبؔ کے مختلف موضوعات کی عکاسی بھی کی گئی۔ طالبؔ تشبیہ واستعارہ، جدت تخیل وحسن ادا، سوز و گداز اور درد و غم، شوخی طبعیت و ظرافت اور معنی آفرینی مضامین سے غالبؔ کی شاعرانہ صلاحیت اور عظمت کی دلیل دیتے ہوئے اس طرح لکھتے ہیں:۔ "ان کی (غالب کی) تشبیہات اور استعارات کا ایک نمایاں رنگ ہے جو دلفریبی کی قابل رشک بہار دکھارہا ہے اور جس نے ان کی شاعری کو چار چاند لگادئے ہیں"۔[۴]

غرض طالبؔ اپنی ذات میں ایک انجمن کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے کلام کو اردو داں طبقے میں قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے اُردو نثری ادب میں ان کا مقام عروج تک پہنچ گیا۔ آخر کار 1971ء میں وہ اس دنیا سے رحلت کر گئے۔

پنڈت کشپ بندھو:

اردو ادب کی خدمت کرنے والا ایک اور کشمیری ادیب اور دانشور پنڈت کشپ بندھو گزرے ہیں۔ ان کا خاندانی نام تاراچند تھا۔ پہلے پہل شاعری میں ان کا تخلص بُلبلؔ تھا۔ ان کی ولادت 1900ء میں گیروترال میں ہوئی اور وہی سے انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز بھی کیا۔ کشپ بندھو نے اپنے ادبی کارناموں کا آغاز صحافت نگاری سے کیا۔ ان کی وجہ سے کشمیر میں صحافت نگاری کے روشن پہلو نمودار ہوئے اور انہوں نے صحافت نگاری کے میدان کو وسعت بخشنے کی پوری کوشش کی۔ 1931ء میں کشمیر واپس لوٹنے کے بعد انہوں نے پہلے "سناتن دھرم یودک سبھا" کا قیام عمل میں لایا اور اس کے بعد انہوں نے ایک روزنامہ "مارتنڈ" کے نام سے جاری کیا۔ "مارتنڈ" کشمیر کا پہلا روزنامہ تھا۔ اس کے علاوہ کشپ بندھو بہت سے اخباروں کے مدیر اور بانی رہے۔ "کیسری" اور "دیش" جیسے مشہور و معروف اخباروں کے ساتھ بھی ان کی وابستگی رہی۔ اس کے علاوہ کشپ بندھو نے ایک اور بہترین اخبار "سماج سدھار" کے نام سے جاری کیا۔ جب نیشنل کانفرنس شیخ محمد عبداللہ کی قیادت میں منظر عام پر آئی تو کشپ بندھو نے "یودک سبھا" سے استعفیٰ دے کر نیشنل کانفرنس میں شمولیت حاصل کی اور بعد میں اس کے ایک اہم رکن بن گئے۔ انہوں نے اب باقاعدہ طور پر سیاست کے میدان میں قدم رکھا تھا۔ تحریک آزادی کی جدوجہد کے دوران وہ بار بار جیل جاتے رہے۔ ان کی آخری گرفتاری ۱۹۴۵ء میں ہوئی اور اس کے دو سال بعد وہ رہا کئے گئے۔ آزادی کے بعد وہ محکمہ دیہات میں ڈائریکٹر کے عہدے پر فائز ہو گئے۔ کشپ بندھو نے صحافت نگاری کے علاوہ فکاہیہ تحریریں، مزاحیہ اور سنجیدہ مضامین پر بھی طبع آزمائی کی ہے۔ وہ ایک بہترین مزاح نگار کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی بناپر انہیں بعض وقت کشمیر کا "پطرس" بھی کہا گیا۔

ان کی تحریریں نہایت ہی صاف اور شگفتہ ہیں۔

پریم ناتھ بزاز:

پریم ناتھ بزازؔ ایک قد آور ادیب اور صحافت نگار کی حیثیت سے بہترین اہمیت کے حامل ہے۔ پریم ناتھ بزاز کی پیدائش 1905ء میں سرینگر کے ایک برہمن خاندان میں ہوئی تھی۔ بزازؔ نے کشمیر میں صحافت نگاری کی بنیاد ڈالی اور 1923ء میں "وتستا" کے نام سے ایک روزنامہ جاری کیا۔ اس روزنامہ اخبار سے کشمیر میں صحافت نگاری کے دروازے کھل گئے۔ اس اخبار کا مقصد ریاست میں غیر مذہبی، آزادی اور جمہوری خیالات کو شائع کرنا تھا۔ اس اخبار کو وہی اہمیت حاصل ہوئی جو ملک راج صراف کے اخبار "رنبیر" کو حاصل ہوئی تھی۔ "وتستا" اخبار جاری کرنے سے کشمیر میں صحافت اور انشاپردازی کا ذوق وشوق بھی بڑھ گیا تھا۔ وتستا" ایک آزاد اخبار تھا جس کی وجہ سے حکومت نے اس خبار کو کچھ وقت کے لئے بند بھی کر دیا تھا۔ بعد میں اس خبار کو پھر سے 1944ء میں جاری کیا گیا مگر اس وقت اس کو ہندی زبان میں شائع کیا گیا تھا۔ اس کے بعد بزاز کی ملاقات شیخ محمد عبداللہ سے ہوئی اور دونوں نے ایک بہترین کارنامہ اخبار "ہمدرد" کے نام سے انجام دیا۔ یہ اخبار کشمیر کا اصل اور حقیقی رہنما بن گیا۔ اس کے علاوہ بزازؔ نے "وائس آف کشمیر" کے نام سے بھی ایک کارنامہ کشمیر کے لئے اجرا کیا تھا۔ غرض یہ ان کے ابتدائی ادبی کارنامے تھے جن کی وجہ سے کشمیر میں اردو نثری ادب کو کافی تقویت حاصل ہو گئی۔

بزازؔ کو اردو زبان کے ساتھ ساتھ انگریزی زبان پر بھی کافی قدرت حاصل تھی جس کی بنا پر انہوں نے کئی انگریزی اور اردو کتابیں تصنیف کیں تھیں۔ ان کی غیر افسانوی نثری اردو تصانیف میں کشمیر کا گاندھی، شاعر انسانیت (عبدالاحد آزاد کی سوانح حیات)، گاندھی ازم، جناح ازم، اور سوشلزم قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ انگریزی کتابوں میں وتستا کی بٹیاں، اندرون کشمیر تحریک آزادی کی تواریخ، آزاد کشمیر، ہندوستانی تواریخ میں بھگوت گیتا کا حصّہ وغیرہ شامل ہیں۔ بزازؔ نے اردو تصنیف "کشمیر کا گاندھی" 1953ء میں شائع کی تھی۔ ان کی یہ تصنیف اصل میں شیخ محمد عبداللہ کی سوانح حیات ہے۔ اس کے بعد بزازؔ نے اور ایک تصنیف "شاعر انسانیت" 1952ء میں شائع کی تھی۔ اس کتاب میں بزازؔ نے عبدالاحد آزادؔ کی شاعری اور ان کے حالات وواقعات کا جائزہ لیا ہے اور بزازؔ اپنی تنقیدی نظریے سے آزادؔ کے تخلیقی ذہن تک پہنچنے کی سعی کرتا ہے۔ بزازؔ نے آزادؔ کی تصنیف "کشمیری زبان اور شاعری" کو اپنی توجہ کا مرکز بناتے ہوئے اس طرح لکھا ہے:۔

> "ہم اس وقت ان کی شاعری کو ہی زیر بحث لانا چاہتے ہیں، نثر نگاری کو نہیں' شاعری میں بھی ہم اس حصّہ کو نظر انداز کرتے ہیں جو ان کی ابتدائی زندگی سے متعلق ہے۔ جبکہ وہ قومی مسائل اور سماجی سوالات کی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتے ہیں۔ آزاد کی شاعری کا بیشتر حصہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے بلکہ جو کچھ اس وقت تک پبلک کی نظر سے گزر چکا ہے۔ اتنا ہی ہماری تنقید کا موضوع ہے"۔ ۵

لیکن اس کتاب سے نہ بزازؔ کی تنقیدی بصیرت کا ثبوت ملتا ہے اور نہ ہی کوئی واضح تنقیدی دلیل ملتی ہے۔ البتہ تاریخی اعتبار سے اس کتاب کی اہمیت مسلّم ہے۔ غرض بزازؔ اپنے دور کے اولین ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ بزازؔ نے جو بھی نثری ادب کے کارنامے انجام دیئے ان کو اپنے زمانے میں اولین درجہ حاصل تھا۔ گویا بزازؔ اپنے دور کے ہمہ گیر اور ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔

تیر تھ کاشمیری:

تیر تھ کاشمیری ؔ کو کشمیر کے اردو داں طبقے میں کافی شہرت حاصل تھی۔ انہوں نے اردو ادب کو اپنے ادبی کارناموں کی وجہ سے کافی وسعت بخشی۔ تیر تھ کاشمیری ؔ 1903ء میں سرینگر میں پیدا ہوئے۔ تیر تھ کاشمیری ؔ کے اہم اور خاص ادبی کارناموں میں انشائیہ اور ادب لطیف ہے۔ اس زمانے میں کشمیر میں اس طرز انداز پر اکثر ادیبوں اور دانشوروں نے اپنا قلم اُٹھایا۔ لیکن ان سب میں تیر تھ کاشمیری کو ایک خاص مقام حاصل ہو گیا۔ تیر تھ کاشمیری ؔ کے انشائیوں میں "پارس کا پتھر" "سنسان بستی" "کتاب" "ہم ایک ہے" "میں نے کہا" وغیرہ شامل ہیں۔ انہوں نے یہ تمام انشائیے ایک خاص اور دلچسپ اسلوب میں لکھے ہیں اور ان میں معنویت کی گہرائی بھی نظر آتی ہے۔ عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے افکار میں بالیدگی اور تصوف بالکل عیاں ہے۔ اس کی بہترین مثال ان کے ایک انشائیہ "کتاب" کے عنوان سے اس طرح ملتی ہے:۔

"زندگی کی یہ کتاب میں نے لکھنا شروع کی اور اس میں لڑکپن، جوانی اور ادھیڑپن کے انوکھے تجربے بیاں کئے۔ خیال تھا کہ یہ مقبول ہو گی۔ لیکن دیکھا۔۔ مقبول ہونے کی کوئی سبیل نہیں۔ اس لئے جسم کے انگ انگ میں محسوسات، وسوسات اور خواہشات، درد و کرب اور بے چینی کی نہ دیکھی جانے والی لہریں۔۔۔۔ روز آفزوں اُمڈنے لگیں۔" ۶

غرض تیر تھ کاشمیری ؔ اپنے دور کے اعلیٰ پایہ ادیبوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ انہوں نے ہر میدان میں اپنے قلمی جوہر دکھانے کی کوشش کی ہے۔ خاص طور پر انشائیہ نگاری کے میدان میں انہوں نے کافی وسعت پیدا کی۔

پریم ناتھ پردیسی:

پریم ناتھ پردیسی ؔ نے اردو ادب کے میدان میں اپنے قلم کی پوری توانائی کو آزمایا ہے۔ انہوں نے فن کارانہ ہنر مندی سے ادبی دنیا میں ایک خاص مقام پایا۔ پردیسی ؔ 1909ء میں سرینگر کے ایک مشہور علاقے فتح کدل میں ایک پنڈت سادھو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ پردیسیؔکشمیر کے بہت بڑے افسانہ نگار تھے۔ انہوں نے افسانوں کے علاوہ ادب لطیف کے طرز پر انشائیے بھی لکھے تھے۔ ان کے انشائیے اخباروں اور رسالوں میں شائع ہو جاتے تھے۔ جب انہیں کبھی شوق ہو جاتا تھا تو وہ ادب لطیف کی طرز کے انشائیوں کی صورت میں نثری شاعری کرتے تھے۔ اس طرز کا پردیسی ؔ کا ایک ترانہ جو بہت مقبول تھا ذیل میں درج ہے:۔

"قدم قدم بڑھیں گے ہم محاذ پر لڑیں گے ہم

لڑیں گے ہم، لیڈروں اور حملہ آوروں کے ساتھ

لڑیں گے ہم ظالموں کے ساتھ اور جابروں کے ساتھ

وطن فروش بے وفاؤں اور شاطروں کے ساتھ

قدم قدم بڑھیں گے ہم محاذ پر لڑیں گے ہم ؎

اس کے علاوہ پردیسیؔ نے مزاحیہ خاکے انشائیوں کے انداز میں 35-1934 میں لکھنے کی شروعات کی۔ ان نثر پاروں کو وہ نثری نظم یا آزاد نظم کا نام دیتے تھے۔ جن میں سے بعض میں وزن بھی رکھا جاتا تھا۔ لیکن ان میں سے اکثر خالص نثری پارے ہوتے ہیں۔ پردیسیؔ نے "سپاہی کے خطوط" کے علاوہ چند اور فن پارے جیسے "مت ڈھونڈا سے" "نغمہ ازلی" "بھر دے" "جانے والی پریاں" "ہم تین" "چھپائے رکھ" "دیکھ اے دل" لکھی ہیں، جو نہایت ہی دلکش اور دل چسپ ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت اور معنویت "مت ڈھونڈا سے" رکھتا ہے۔ غرض اس عظیم فن کار نے کشمیری لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے اپنی تمام ادبی کوششوں کو بروئے کار لایا ہے۔

پنڈت ویریشیشور سنگھ:

اسی طرح پنڈت ویریشیشور سنگھ اپنی مختلف صلاحیتوں کی وجہ سے کشمیر کے ادیبوں میں اعلیٰ حیثیت کے مالک ہے۔ ان کو اردو اور ہندی پر بیک وقت دست رس حاصل تھی۔ انہوں نے گیت، نظمیں اور ادب لطیف کے طرز پر بہترین انشائیے لکھے ہیں۔ اس کے علاوہ مضامین اور کچھ افسانے بھی لکھے ہیں۔ ویریشیشور نے اپنے ہم عصروں کی طرح ادب لطیف کے انداز میں انشائیے قلبند کئے ہیں جن میں "دو آغازوں کی تصویر" "زندگی اور موت" "مجھ سے نہ پوچھو" "گمنام قبر" اور "گنبد" قابل ذکر ہیں۔ ان کے آخری دو انشائیے "گمنام قبر" اور "گُنبد" انگریزی میں ترجمہ کئے گئے ہیں۔ انشائیہ "زندگی اور موت" میں ایک ماں اپنے بیٹے کو سمجھاتی ہے جس کا ایک اقتباس ذیل میں درج ہے:۔

> "یہ جیون کیا ہے؟ یہ ایک سنگرام ہے' میرے لال' جہاں سب سے مضبوط نیزہ ناکام رہ جائے، جہاں ہوشیار آنکھیں دھوکا کھا جائیں' اور معصوم کچلے جائیں۔۔۔۔ جہاں دشمن ہر دور سے رکھے ہوئے ہیں' شب وروز آرام نہیں کرنے دیتے اور سنگرام کے درمیان کھڑے ہیں"۔ ۸؎

پنڈت نارائن جو رینہ عنقاؔ:

پنڈت نارائن جو رینہ عنقاؔ بھی بڑے خوش فکر شاعر تھے۔ انہوں نے مزاحیہ انداز میں کچھ مضامین اور نظمیں لکھی ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مزاحیہ انداز پر بے حد اچھے انشائیے بھی لکھتے تھے۔ ان کو مضامین اور انشائیوں پر بڑی دست رس حاصل تھی۔ انہوں نے ایک تخیلی انشائیہ "شکستہ دل اور بلبل" لکھا جو "مارتنڈ" میں شائع ہوا تھا۔ اس انشائیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ بُلبُل کے چہچہانے سے ایک غم زدہ اور مصیبت زدہ انسان کو ٹھیس اور صدمہ پہنچتا ہے۔ اس لئے وہ بُلبُل سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں:۔ "مجھ مایوس محبت اور شکستہ دِل کے چھیڑنے سے تجھے کیا ملے گا۔ کچھ نہیں، حسرت و افسوس کے سِوا کچھ نہیں۔۔" ۹؎

پنڈت دیناناتھ نادمؔ:

اس کے علاوہ پنڈت دیناناتھ نادمؔ کی تخلیقات میں موضوعات کی وسعت پائی جاتی ہیں۔ وہ ایک بہت اچھے شاعر اور نثر نگار بھی تھے۔ انہوں نے غزلوں اور نظموں کے ساتھ ساتھ کچھ منظوم کہانیاں بھی لکھی تھی اور کچھ مضامین، ڈرامے اور انشائیے بھی لکھے تھے۔ وہ ایک اچھے انشائیہ نگار تھے اور انہوں نے ایک اچھا انشائیہ "کاغذ کے ٹکڑے" کے عنوان سے قلمبند کیا تھا۔ اس انشائیہ کا اقتباس ذیل میں اس طرح ہے:۔

"جیون خود ایک حادثہ ہے۔۔۔۔ جیون یاترا، حادثات کی یاترا ہے۔ جنم کا حادثہ۔۔۔۔ لگاؤ اور اُنس کا حادثہ۔۔۔ ناحق کے رشتوں کا حادثہ۔۔۔۔ کیا کیا جائے' چھٹکارے کی سعی لاحاصل ہے۔۔۔۔ "آپے" سے کیسے بھاگا جائے۔۔۔۔ ڈبویا مجھ کو ہونے' نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا"۔ ۱۰؎

پنڈت دیناناتھ واریکو:

پنڈت دیناناتھ واریکو کا تخلص شاہدؔ کاشمیری تھا اور وہ اسی نام سے لکھتے تھے۔ وہ بہت بڑے جوش فکر شاعر اور نثر نگار تھے۔ انہوں نے ادب لطیف کے طرز پر نثری پارے لکھے اور مزاحیہ نگاری میں بھی اپنے بہترین جوہر دکھائے ہیں۔ اس کے علاوہ کافی تعداد میں افسانے بھی قلمبند کئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اچھے انشاپرداز کی حیثیت بھی رکھتے تھے اور وہ اپنے دور میں بہترین انشائیے لکھتے تھے۔ ان کے انشائیوں میں ایک اچھا انشائیہ "اظہار محبت" ہے جو انہوں نے ادب لطیف کے طرز پر لکھا ہے۔

پنڈت وشوناتھ درجوں:

پنڈت وشوناتھ درجوں ماہؔ بہت اچھے صاحب ذوق ادیبوں میں سے تھے۔ وہ بیک وقت شاعر، نثر نگار، ڈرامانویس اور مزاح نگار بھی تھے۔ انہوں نے بہت اچھے مضامین اور انشائیے بھی لکھے ہیں۔ انہوں نے انشائیے ادب لطیف کے انداز میں لکھے تھے۔ ماہؔ کی انشائیوں میں زیادہ تر مذہبی موضوعات ملتے ہیں اور بحیثیت انشائیہ نگار انہیں کافی زیادہ شہرت حاصل ہوگئی۔ اسی طرح پنڈت اومکارناتھ کول بھی اچھے انشائیہ نگار تھے جو کہانیاں بھی لکھتے تھے۔ نندلال واتل ایک صحافی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے انشاپرداز بھی تھے۔ ان کو طالب علمی کے زمانے ہی سے انشائیہ نگاری کا شوق پیدا ہوا تھا۔

ان کہنہ مشق غیر ادبی نثر نگاروں کے علاوہ پنڈت آفتاب رام کاو بھی بہت اچھے شاعر اور انشاء پرداز تھے۔ اسی طرح پنڈت گنگادھر بٹ دیہاتی کی تخلیقات کہانی، مضمون، ڈراما، شاعری، ادب لطیف اور انشائیہ پر مشتمل ہیں۔ وہ اپنے دور کے بہترین انشائیہ نگاروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ پرتھوی ناتھ کول اچھے صحافی تھے اور انہوں نے ادب لطیف کے انداز میں فن پارے بھی لکھے ہیں۔ وہ مضامین اور انشائیے بھی لکھتے تھے۔ پنڈت جیالال کول بھی انشاپردازی کا بے حد شوق رکھتے تھے۔ من جملہ ان تمام پنڈت ادیبوں اور قلم کاروں نے غیر افسانوی اردو نثر کے فروغ اور ترویج و اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیئے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

۱: ظہور الدین۔ شیرازہ، پروفیسر ”جموں وکشمیر میں اردو نثر“ (سرینگر جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز) جلد:۱۵، شمارہ:۴، ص نمبر ۹۱

۲: سالگرام سالک، مہاراجہ گلاب سنگھ بہادر (کشمیر، سالگرام پریس، ۱۹۷۱ء) ص نمبر ۳

۳۔ ڈاکٹر برج پریمی، جموں وکشمیر میں اردو ادب کی نشو ونما (جموں، رچنا پبلی کیشنز نصیب نگر، پمپوش کالونی جانی پورہ، ۲۰۱۳ء) ص نمبر ۸۷۔

۴۔ نند لال کو طالب، جایزہ کلام غالب (نئی دہلی سمت پرکاش۔ ۱۹۸۰ء) ص نمبر ۲۵۔۳۵۔

۵۔ ڈاکٹر برج پریمی، جموں وکشمیر میں اردو ادب کی نشو ونما (جموں، رچنا پبلی کیشنز، نصیب نگر، پمپوش کالونی جانی پورہ، ۲۰۱۳ء) ص نمبر ۳۷۱۔

۶۔ حامدی کاشمیری، ریاست جموں وکشمیر میں اردو ادب (سرینگر، شیخ محمد عثمان اینڈ سنز، ریذیڈنسی روڈ۔ ۲۰۱۰ء) ص نمبر ۱۸۔

۷: عبد القادر سروری، کشمیر میں اردو۔ جلد دوم (سرینگر، جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز 1928ء) ص نمبر ۳۳۴

۸: عبد القادر سروری، کشمیر میں اردو۔ جلد دوم، ص نمبر ۹۹۳

۹: عبد القادر سروری، کشمیر میں اردو۔ جلد دوم، ص نمبر ۲۸۴

۱۰: عبد القادر سروری، کشمیر میں اردو۔ جلد دوم، ص نمبر ۸۰۴